السنن الکبریٰ کے تراجم ابواب میں امام بیہقی کے تفسیری نکات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of *Imām Bayhaqī's* Interpretive Points in the Titles of the Chapters in *Al-Sunan al-Kubrā*

*ساجد فاروق
**ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

Abstract

Imam Abu Baker Ahmed Ibn Husain al-Bayhaqī is considered as one of the greatest Muhaddithīn and jurists of the 4th century AH. He wrote many books on different topics. Al-Sunan al-Kubrā is one of his most famous books. This is an authentic book for Hadith and Fiqh. This is the last book of Hadith ever for any Imam with their own Sanad. Imam Bayhaqī was a Shafi'i scholar. In the sub-topics of the book, Imam Bayhaqī mentions Qurānic verses and gives them jurisprudential arguments. In this article, the same interpretive points mentioned in the chapters translated by Imam Bayhaqi have been discussed. It finds that Bayhaqī has adorned these points with comprehensive and valuable arguments.

Key words: *Imām Bayhaqī, Al-Sunan al-Kubrā,* Interpretive Points

موضوع کا تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! قرآن کریم اللہ تعالی کی لاریب کتاب ہے۔ یہ کلام الملوک ملوک الکلام کا حقیقی مصداق ہے۔ اس میں لامحدود گنجینے اور خزینے چھپے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت سے اس بحر بے کراں سے سیراب ہونے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ اور اس سمندر کی تہ سے بے شمار بیش قیمت خزانوں کو نکالا جا چکا تاہم ہنوز یہ سلسلہ رکا نہی اور نا ہی تا قیامت رک سکتا ہے۔ اور اس کے بارہ میں آپ ﷺ کا ارشاد باری تعالیٰ

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلام اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
** پروفیسر شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلام اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بھی ہے کہ : **ولا يخلق على كثرة الرد، ولا تنقضي عجائب**[1] "قرآن بار بار پڑھنے سے پرانا نہی ہوتا اور نا ہی اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں" قرآن کریم کے پہلے مفسر بنفس نفیس آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پھر تابعین، تبع تابعین اس کے بعد علماء امت نے قرآن کریم کے اسرار و رموز کو مختلف اذواق میں بیان کیا ہے۔ اور قرآن کریم کی کئی ضخیم تفاسیر لکھیں۔ بعض نے پورے قرآن پاک کی تفسیر تو نہی لکھیں البتہ مختلف آیات یا سورتوں کی تفسیر لکھی۔ بعض نے حواشی لکھے اور بعض ائمہ نے تفسیر کے عنوان سے کچھ نہیں لکھا لیکن ان کی دیگر تصانیف میں قرآنی آیات سے استشہاد واستنباط بکثرت ملتے ہے۔ مزید برآں کہ وہ ان آیات کا شان نزول لغوی مباحث اور تفسیر بھی بیان کرتے ہیں۔ اور ان آیات سے فقہی استدلالات بھی کرتے ہیں۔ اور جبکہ فقہ کا موضوع بہت ہی وسیع و عریض ہے اور ہر آنے والے دور میں نئے پیش آنے والے لامتناہی مسائل اور ان کے شرعی اور فقہی حل کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ فقہی مسائل کے حل کے لئے جہاں اجماع و قیاس واستحسان وغیرہ سے مدد لی جاتی ہے وہاں ماٰخذ اول یعنی قرآن کریم بھی اپنی لازوال اہمیت کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہے۔ ہر دور میں ائمہ نے قرآنی آیات سے فقہی استدلالات کے ہیں۔ اور جب وہ استدلال کرنے والی ہستی جلیل القدر محدث، فقیہ اور سیرت نگار امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی[2] جیسی ہو تو اسکی نکتہ دانی اور تعمق کا کیا عالم ہو گا۔ امام بیہقی کی احادیث، فقہ اور سیرت اور دیگر موضوعات پر بے مثال کتب موجود ہیں۔ ان کتب میں جا بجا سینکڑوں آیات قرآنیہ مذکور ہیں جن سے استدلال اور استشہاد کیئے گئیے ہیں۔ اور جن کے تحت امام بیقیؒ نے بہت سے تفسیری نکات بھی اپنے فہم اور ذوق کے مطابق بیان کیے ہیں۔ اس طرح ان کے بیش قیمت تفسیری نکات ان کی کتب میں سامنے آئے ہیں۔ زیرِ تحقیق موضوع میں امام بیہقی کی منتخب کتب سے ان کے انہی تفسیری نکات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔ نیز اس مقالہ کو تحریر کرنے میں نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی کی راہنمائی مسلسل حاصل رہی۔

اسباب انتخاب موضوع

---

(1) الجامع الکبیر، سنن الترمذی، از امام ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ) جلد ۲، صفحہ ۱۷۲، حدیث نمبر ۲۹۰۶، ناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت، سنۃ: ۱۴۲۸ھ۔

(2) تعارف امام بیہقیؒ: نام: امام بیہقیؒ کا پورا نام ابو بکر احمد بن حسن بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ خسروجردی، بیہقی، خراسانی ہے۔ آپ امام بیہقی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپکی ولادت شعبان ۳۸۴ھ خسروجرد نامی بستی میں ہوئی جو بیہق (نیشاپور) کے نواح میں واقع ہے۔ امام بیہقیؒ متعدد علوم کے امام، حافظ الحدیث، جلیل القدر فقیہ اور اُصولی تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظِ حدیث اور معاصرین میں ضبط و اتقان میں انفرادیت کے حامل تھے۔ صاحب مستدرک امام ابو عبد اللہ الحاکم سے کثرت سے روایت کرنے والے کبار اصحاب میں آپ کا شمار ہوتا تھا اور مزید محنت و کاوش سے دیگر علوم میں بھی مہارت حاصل کی۔ آپ بڑے زاہد، انتہائی قانع، بہت متقی اور پارسا انسان تھے۔۔ ثقہ اور بااعتماد امام تھے اور بالاتفاق پورے خراسان کے شیخ تھے۔ آپ نے مختلف علوم و فنون پر سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ سنۃ ۴۵۸ھ میں انکی وفات ہوئی اور بیہق میں تدفین ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء از علامہ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ)، جلد ۱۸، صفحہ ۱۶۳، ناشر: مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، الطبعۃ التاسعۃ ۱۴۱۳ھ)

موضوع کی ضرورت، اہمیت اور افادیت

امام بیہقی کا کوئی تفسیری مجموعہ نہیں اور ان کی کتب میں بے شمار ایسی آیاتِ قرآنیہ ہیں جن کے ذیل میں امام بیہقی نے تفسیری نکات لکھے ہیں۔ لیکن ان نکات کو آج تک علیحدہ کتابی شکل میں پیش نہیں کیا گیا۔ ان کے تفسیری اقوال کے مطالعے اور تجزیاتی جائزے کیلیے ان اقوال کو تفسیری سرمایہ کی شکل میں لانے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اس موضوع کو اختیار کیا گیا ہے۔ نیز اس افادیت کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ:

امام بیہقی کے تفسیری نکات کتابی شکل میں آنے سے خواص و عوام کے لیے ان کے تفسیری نکات سے استفادہ کرنا آسان ہو گا نیز یہ کہ تفسیری ذخیرہ میں ایک اضافہ ہو گا۔ امام بیہقیؒ کے اقوال کا دیگر مفسرین کے اقوال سے موازنہ کرنے سے تفسیر کی مختلف جہات سامنے آئیں گی اور اقوال میں صحیح اور سقیم کی معرفت ہو گی۔۔ امام بیہقیؒ چونکہ ایک نامور محدث، فقیہ اور سیرت نگار ہیں۔ لہٰذا ان تینوں جہات سے تفاسیر کا مطالعہ ہو گا۔

بنیادی سوال

امام بیہقی نے اپنی کتب (السنن الکبری - شعب الایمان - دلائل النبوۃ) میں جن قرآنی آیات کو استدلالاً استعمال کیا ہے ان سے کون کون سے تفسیری نکات ظاہر ہوتے ہیں؟

۴۔ سابقہ کام کا جائزہ

اس سے پہلے امام بیہقی پر مدینہ یونیورسٹی میں ایک مقالہ لکھا جا چکا ہے، جس کا عنوان "امام بیہقی و موقفہ فی الالٰہیات" ہے۔ مگر جہاں تک زیر نظر موضوع پر پی ایچ ڈی سطح کا تحقیقی مقالہ لکھنے کا تعلق ہے تو مقالہ نگار کے علم کے مطابق اس پر فی الحال کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

اسلوبِ تحقیق

مقالہ ہٰذا کی تیاری و ترتیب میں درج ذیل امور کو مدِ نظر رکھا جائے گا۔

۱۔ مقالہ ہٰذا کا اسلوب و منہج تحقیقی و تجزیاتی ہو گا۔

۲۔ منتخب کتب میں قرآنی آیات کے تفسیری نکات کا جائزہ لیا جائے گا۔

طہارت سے متعلق فقہی مباحث

امام بیہقی نے اپنی کتاب السنن الکبری کو ابواب فقیہہ پر مرتب کیا ہے اس میں سب سے پہلے کتاب الطھارۃ کو رکھا اس کتاب کے پہلے ہی باب میں قرآن کریم کی آیات ذکر فرمائیں۔ امام بیہقی مذکورہ کتاب الطھارۃ کے باب "التطھر بماء البحر" میں وہ قرآن کریم کی آیت (وأنزلنا من السماء ماء طھورا)[3] اور (فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا)[4] لیکر آئے۔ پھر ان آیات سے اپنا نقطہ استدلال امام شافعی کے قول کی صورت میں ذکر فرمایا کہ: قرآن کا ظاہر اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ تمام پانی پاک ہیں جیسا کہ سمندر کا پانی وغیرہ۔ اور اس باب میں نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے

(3) قرآن کریم سورہ فرقان پارہ ۱۹ آیت ۴۸

(4) قرآن کریم سورہ نساء پارہ ۵ آیت ۴۳ اور سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت ۶

جو کہ قرآن کے ظاہر سے موافقت کرتی ہے البتہ اس کی سند میں ایک ایسے راوی ہیں جن کے بارہ میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وہ اسے نہیں جانتے[5]۔ لیکن امام بیہقی ترجمۃ الباب میں مذکورہ بالا دو آیات اور امام شافعیؒ کا قول ذکر کرنے کے بعد اپنی سند سے وہ حدیث لیکر آئے جو اس باب کے موافق ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: أخبرنا أبو عبد الله : محمد بن عبد الله الحافظ وأبو زكريا : يحيى بن إبراهيم بن محمد بن يحيى رحمهما الله تعالى قالا حدثنا أبو العباس : محمد بن يعقوب أخبرنا الربيع بن سليمان أخبرنا الشافعى أخبرنا مالك ح وأخبرنا أبو على : الحسين بن محمد بن محمد بن على الروذبارى رحمه الله فى كتاب السنن أخبرنا أبو بكر : محمد بن بكر بن عبد الرزاق المعروف بابن داسة بالبصرة حدثنا أبو داود سليمان بن الأشعث السجستانى حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن صفوان بن سليم عن سعيد بن سلمة من آل ابن الأزرق أن المغيرة بن أبى بردة وهو من بنى عبد الدار أخبره أنه سمع أبا هريرة يقول : سأل رجل رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فقال : يا رسول الله إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء ، فإن توضأنا به عطشنا ، أفنتوضأ بماء البحر؟ فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- :« هو الطهور ماؤه الحل ميتته » ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ: محمد بن عبد اللہ الحافظ نے اور ابو زکریا: یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن یحییٰ رحمہما اللہ نے، انہوں نے کہا: ابو العباس نے ہم سے کہا: محمد بن یعقوب نے ہمیں ربیع بن سلیمان سے بیان کیا، کہ ہمیں خبر دی الشافعی نے کہ خبر دی مجھے مالک نے (تحویل سند) اور ہمیں خبر دی ابو علی حسین بن محمد بن محمد بن علی الروذباری رحمہ اللہ نے، کتاب السنن میں ابو بکر: محمد بن بکر بن عبد الرزاق نے، جسے بصرہ میں ابن داسا کے نام سے جانا جاتا ہے، کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی نے وہ کہتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی عبداللہ بن المسلمہ انہوں نے روایت کی صفوان بن سلیم سے انہوں نے روایت کی سعید بن سلمۃ سے جو ابن ارزق کی آل سے ہیں کہ بے شک مغیرہ بن ابی بردہ جو کہ بنی عبد الدار سے ہیں نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے سنا: وہ فرماتے ہیں کہ ایک نے شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: خدا کے رسول ہم سمندر پر سوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی بھی اٹھاتے ہیں، اگر ہم اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ پھر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ جانور بھی حلال ہے[6]۔" اور وہ راوی جس کے بارہ میں امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ وہ اس کو نہیں جانتے اس کے بارہ میں امام بیہقیؒ نے خود ہی السنن الکبری کے اگلے صفحہ پر اسکی وضاحت کی اور فرمایا: وقيل عبد الله بن سعيد المخزومى ، وقيل سلمة بن سعيد وهو الذى أراد الشافعى رضى الله عنه بقوله : فى إسناده من لا أعرفه أو المغيرة أو هما- اور عبداللہ بن سعید المخزومی یا سلمہ بن سعید کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہی وہ شخص ہے جس کے بارہ میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ وہ اس کو نہیں جانتے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا کہ یہ حدیث ثقات سے بھی مروی ہے چنانچہ اس کو امام مالک نے موطا میں اور

---

(5) السنن الکبری از امام ابو بکر احمد بن حسین ابن علی البیہقی (م ۴۸۵ھ)، کتاب الطہارۃ، باب: "التطہر بماء البحر" جلد ۱، صفحہ ۲، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، ہند۔ طبع اولیٰ، سنۃ: ۱۳۴۴ھ

(6) السنن الکبری از امام بیہقی جلد ۱، صفحہ ۳

امام ابوداود نے سنن میں ذکر کیا ہے[7]۔اور اس حدیث کے بارہ میں امام زیلعیؒ نے کہا: یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اگرچہ اس کی سند میں علت ہے لیکن اس کے متابعات اور شواہد کتب سنن اربعہ میں موجود ہیں[8]۔اور یہ حدیث مبارکہ ایسی حدیث ہے کہ جس سے مذاہب اربعہ کے ائمہ نے استدلال کیا ہے اور سب کا اس کے پہلے حصہ (هو الطهور ماؤه) پر اتفاق ہے البتہ دوسرے حصہ (الحل ميتته) کے بارہ میں ائمہ اربعہ کی آراء مختلف ہیں۔

آیت وضو کے بارہ میں نکات:

کتاب الطھارۃ کے پہلے باب میں آیت سے استنباط کرنے کے بعد امام بیہقیؒ باب ۷۷ کے ترجمۃ الباب میں آیت ذکر کرتے ہیں۔اس باب میں آیت وضو میں اختلاف قرأت کو بیان کیا ہے جس کی بنیاد پر وضو کے ارکان مغسولہ اور ارکان ممسوحہ کا تعین ہوتا ہے اور ترجمہ الباب کو اس طرح لائے "باب قراءة من قرأ (وأرجلكم)[9] نصبا وأن الأمر رجع إلى الغسل وأن من قرأها خفضا فإنما هو للمجاورة"[10]۔

چونکہ اس آیت کے اعراب میں دو مختلف طرح کی روایات مروی ہیں۔ وأرجلكم میں لام کے زبر کے ساتھ جو کہ قراءات کے مشہور ائمہ نافع، ابن عامر، کسائی، یعقوب اور حفص کی قرأت ہے۔اس طرح اس کا عطف ایدیکم پر ہوگا۔ اس لیے کہ اس آیت مبارکہ میں پاؤں کی حد کعبین کو اسی طرح قائم کیا گیا ہے جس طرح ایدیکم کی حد الی المرافق قائم کی گئی ہے۔ لہٰذا دونوں جگہ دھونا ہی مراد ہوگا۔اگر رؤوسکم پر عطف ہو اور اَرْجُلِکُمْ کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر اس صورت میں پاؤں کے مسح کی حد بیان نہی ہونی چاہیے تھی جیسے سر کے مسح کے حکم میں سر کی حد نہیں بیان کی گئی۔اسی لیے اکثر فقہاء کے نزدیک سر کے کچھ حصہ کا مسح فرض ہے پورے سر کا مسح فرض نہی۔ البتہ ارجلکم میں اسلوب کلام بدل گیا ہے اور پورا قدم ٹخنوں سمیت مراد ہے۔اور دونوں پورے قدموں پر کسی کے نزدیک مسح واجب نہیں۔فرقہ امامیہ کے نزدیک اَرْجُلَکُمْ (لام کے زبر کے ساتھ) کا عطف رؤوسکم پر ہے اور لام کے زبر کی ان لوگوں نے بہت سی ضعیف توجیہات بیان کی ہیں۔اہل سنت کے پاؤں کو دھونے کی رائے کیے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے جو حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے جس میں وہ وضو کا مکمل طریقہ بیان کرتے اور آخر میں پاؤں دھونے کے بعد فرماتے ہیں کی "اس طرح میں نے نبی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا"[11]

رسول اللہ ﷺ کے پاؤں دھونے کی حدیث بطور تواتر منقول ہے اور اتنے راویوں نے پاؤں دھونے کی احادیث نقل کی ہیں جن کا کذب پر اتفاق محال ہے اور قدمین پر بغیر موزہ کے مسح کرنے کی ایک حدیث بھی منقول نہیں۔ صحابہ رضوان

---

(7) السنن الکبری از امام بیہقی جلد ا، صفحہ ۳

(8) نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ از جمال الدین ابو محمد عبداللہ الزیلعی (م ۷۶۲ھ)، جلد ا صفحہ ۹۴، مکتبہ الریان، بیروت، لبنان

(9) قرآن کریم سورۃ المائدۃ آیۃ ۶

(10) السنن الکبری از امام بیہقی جلد ا، صفحہ ۴۱۱

(11) الجامع الصحیح البخاری از امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ، کتاب الوضوء، باب الوضوء فی المخضب والقدح۔۔، جلد ا، صفحہ ۵۱، حدیث نمبر ۱۹۵، ناشر: دار طوق النجاۃ، بیروت، لبنان، طبع اولیٰ، سنۃ ۱۴۲۲ھ

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عملاً بھی پاؤں دھونے پر اجماع ہے۔ کسی ایک صحابی کا حتمی قول اس روایت کے خلاف نہیں آیا۔ البتہ جو اقوال حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے اقوال مسح قدمین کے بارہ میں آئے ہیں ان اقوال سے ان بزرگوں کا رجوع کر لینا بھی ثابت ہے۔ سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے وارجلکم (کسرہ کے ساتھ) پڑھا اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قرات کی وجہ سے مسح سے قدم دھونے کی طرف رجوع کر لیا تھا۔[12]

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ پاؤں کے دھونے پر تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔[13]۔ ابن ابی شیبہ نے حاکم کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا طریقہ گزشتہ زمانہ سے پاؤں دھونے کا ہی چلا آرہا ہے۔ طحاوی اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ مسح پہلے تھا پھر منسوخ کر دیا گیا۔ ابن جریر نے حضرت انسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن (بظاہر) مسح کا حکم لے کر نازل ہوا اور سنت قدم دھونے کا حکم لے کر آئی۔ حضرت انسؓ کا یہ قول بتا رہا ہے کہ بظاہر قرآن کی آیت مسح قدمین پر دلالت کر رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ قدم دھویا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا ایسا عمل اسی وقت ممکن ہے کہ آیت میں پاؤں دھونا مراد ہو یا مسح کا حکم منسوخ ہو گیا ہو۔

اہل سنت کے قول کا ایک ثبوت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ گئے اور اس وقت پہنچے جب نماز بالکل قریب تھی اور ہم وضو کر رہے تھے اس لیے ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے حضور ﷺ نے انتہائی اونچی آواز سے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے دوزخ کا (طبقہ) ویل ہے (یا عذاب دوزخ ہے)۔[14] قدموں پر مسح کے قائل یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت اویس بن ابی اویسؓ نے بیان کیا میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور نعلین مبارک پر مسح کیا، پھر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نعلین اور پاؤں پر مسح کیا[15]۔ اہل سنت کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ نعلین مبارک پورے قدموں پر حاوی تھیں اور چمڑے کے موزوں کی طرح ہو گئی تھیں اس لیے آپ نے ان پر مسح کیا جس طرح موزوں پر مسح کیا جاتا ہے۔

---

(12) فتح الباری شرح صحیح البخاری از حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) جلد ۲، صفحہ ۴۱۱، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، سنۃ ۱۳۷۹

(13) سنن سعید بن منصور از ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی (المتوفی ۲۲۷ھ) المحقق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۲، ناشر: دار السلفیہ، انڈیا۔ طبع اولیٰ، سنہ ۱۴۰۳ھ

(14) الجامع الصحیح البخاری از امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ، کتاب العلم، باب الفضل العلم، جلد ۱، صفحہ ۲۶، حدیث نمبر ۶۰، اور الجامع الصحیح مسلم از امام مسلم بن حجاج القشیری، کتاب الطھارۃ، باب: "وجوب غسل الرجلین بکمالھا" جلد ۱، صفحہ ۲۱۳، حدیث ۲۴۱، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ سنۃ ۱۴۳۱ھ

(15) سنن ابو داود از امام ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ)، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین۔ جلد ۱، صفحہ ۱۰۶، حدیث نمبر ۱۵۰، ناشر: دار الرسالۃ العالمیہ، سنۃ: ۱۴۳۰ھ

خلاصہ یہ ہے کہ (وأرجلكم) کے لام کے فتح کے ساتھ قرأت شاذ ہے جبکہ دوسری قرأت (وأرجلكم) لام کے کسرہ کے ساتھ ہے جس پر جمہور کا اتفاق ہے۔فرق دونوں قرآت میں عطف اور معطوف کا ہے فتح کی صورت میں عطف "ایدیکم" پر ہوگا جس کا نتیجہ پاؤں دھونے کے حکم پر منتج ہوگا اور "ارجلکم" لام کے کسرہ کے ساتھ ہونے کی صورت میں اس کا عطف "برؤوسکم" پر ہوگا جس کا نتیجہ پاؤں کے مسح کے حکم پر منتج ہوگا۔البتہ پاؤں دھونے اور فتح والی قرأت پر جمہور کا اتفاق ہے[16] اور پاؤں پر مسح کرنے کی رائے شیعہ امامیہ کی ہے۔[17]

نیند کے بعد وضو کے بارہ میں نکات

اس کے بعد امام بیہقیؒ باب "الوضوء من النوم" کے ترجمۃ الباب میں آیت (**إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم**)[18] لے کر آئے کہ سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جاگنے کے بعد نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔پھر باب میں وہ احادیث ذکر کیں جن میں سونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم ہے۔ اور ان احادیث سے اپنے مسلک کی تائید کی۔سونے سے وضو ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ آدمی لیٹ کے یا ٹیک لگا کر گہری نیند سو رہا ہے۔اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس سے استرخاء مفاصل پایا جاتا ہے۔نیز اس بارہ میں امام بیہقیؒ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔سیّدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : دونوں آنکھیں سرین کی سربند (تسمہ) ہیں۔ پس جو شخص سو جائے اسے چاہیے کہ دوبارہ وضو کرے[19]۔" لیکن نماز کی حالت میں سونے کے بارہ میں آراء مختلف ہیں کہ رکوع اور سجدہ میں سو جانا امام مالکؒ کے نزدیک اور کھڑے کھڑے سو جانا امام شافعیؒ کے نزدیک اور بہر ہیئت سو جانا بشرطیکہ نیند طویل ہو امام احمدؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز کے اندر کسی حالت اور کسی رکن میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ سہارے کے ساتھ نہ سوئے کیونکہ حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سجدہ میں جو شخص سو جائے اس پر (جدید) وضو نہیں جب تک لیٹ نہ جائے جب لیٹ جائے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔[20]

---

(16) فقہ الاسلامی و ادلتہ د/ وھبہ زھیلی ، باب الطھارات، نوع الاول : فرائض وضو، جلد ۱، صفحہ ۳۲۶ ، ناشر : دار الفکر ، سوریہ ، دمشق، طبعہ رابعہ، سنۃ: ۱۴۰۵ھ

(17) فقہ الاسلامی وادلتہ ، صفحہ ۳۲۶ جلد ۱

(18) قرآن کریم سورۃ المائدۃ آیۃ ۶

(19) السنن الکبریٰ از امام بیہقیؒ ، کتاب الطھارۃ، باب " الوضو من النوم " جلد ۱، صفحہ ۱۱۸، حدیث نمبر ۵۸۹۔ سنن ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب " الوضوء من النوم " ، جلد ۱ ، صفحہ ، ۸۰ حدیث نمبر ۲۰۲۔ سنن ابن ماجہ، از امام عبد اللہ بن یزید ابن ماجۃ القزوینی (م ۲۷۳ھ) کتاب الطھارۃ ' باب الوضوء من النوم " جلد ۱، صفحہ ۱۶۱، حدیث نمبر ۴۷۷، ناشر : دار احیاء الکتب العربیۃ، سنۃ ۱۳۹۹ھ۔

(20) مسند امام احمد بن حنبل ،از امام احمد بن حنبل ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۶۰، حدیث نمبر ۲۳۱۵، ناشر : مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع : ثانیہ ، سنۃ ۱۴۲۰ھ

امام ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا کہ جو شخص بیٹھا بیٹھا سو جائے اس پر وضو نہیں۔امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں جو شخص بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے یا سجدہ میں سو جائے اس پر وضو واجب نہیں۔ ان تمام روایات میں ایک راوی یزید بن خالد دالانی آتا ہے جس کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن اس کے بارہ میں امام ذہبی کا فیصلہ صحیح ہے کہ یزید حسن الحدیث ہے اور امام احمد نے بھی فرمایا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ نماز کے علاوہ سونے میں شوافع اور احناف کا موٴقف تقریباً ایک ہی ہے۔اور مالکیہ اور حنابلہ کا موٴقف ایک ہے۔احناف اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ وہ نیند ناقض وضو ہے جس میں مقعد زمین پر متمکن نہ ہو نیز پہلو کے بل، اور سہارا لیکر لیٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک "نوم ثقیل" ناقض وضو ہے اگرچہ کم ہو اور نوم خفیف ناقض وضو نہی اگرچہ طویل ہو۔اور نوم ثقیل اور خفیف میں وہ یہ فرق کرتے ہیں کہ نوم ثقیل میں سونے والے کو آس پاس کی خبر نہی ہوتی اور نوم خفیف میں سونے والے کو آس پاس ہونے والے کاموں کی خبر ہوتی ہے۔امام بیہقیؒ نے اس ترجمۃ الباب میں اپنے مسلک (نیند ناقض وضو ہے) کی تائید میں آیت ذکر کی اور "قمتم الی الصلوۃ" سے نیند سے جاگنا مراد لیا ہے اور پھر باب میں احادیث سے اپنے موٴقف کو تقویت دی۔

لمس کے احکامات کے بارہ نکات

امام بیہقیؒ باب ۱۴۳ میں قرآن کریم کی آیت کے حصے (أو لامستم النساء)[21] سے مطلقاً عورت کو چھونے سے وضو کے ٹوٹنے پے استدلال کرتے ہیں اور لمس سے مطلّقاً لمس (مرد عورت کی جلد کا ملنا) مراد لیتے ہیں وہ لمس خواہ بوسے کی شکل میں ہو یا ہاتھ سے چھونا ہو یا مرد و زن کی جلد کے کسی حصے کا باہم لگنے کی صورت میں ہو، اور لمس شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے، بیوی سے ہو یا غیر محرم سے، شوافع کے نزدیک ہر صورت میں لمس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[22]۔البتہ جمہور کی رائے کے مطابق لمس سے مراد جماع یا شہوت سے چھونا ہے۔ جمہور کی رائے کی تفصیل یہ ہے کی احناف کے نزدیک لمس سے مراد مباشرۃ فاحشہ ہے۔اور مالکیہ اور حنابلہ کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ لمس سے مراد شہوت سے چھونا ہے[23]۔اس کی مسٔلہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اولا مستم النسآء کا معنٰی ہے کہ تم عورتوں سے لگے ہو لگنے اور چھونے سے بطور کنایہ جماع مراد ہے۔ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ اور قتادہؒ کا یہی قول ہے۔ابو حنیفہ اور سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس صورت میں آیت مذکورہ میں جنابت سے مراد انزال ہوگا جماع کے معنٰی میں نہ ہوگا ورنہ عطف صحیح نہ ہوگا کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا مفہوم جدا جدا ہونا چاہیے اور جنباً سے مراد بھی جب جماع ہوگا اور لمس نساء سے تو جماع مراد ہی ہے لہٰذا معطوف اور معطوف علیہ کا مفہوم ایک ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابن عمرؓ اور شعبیؒ کا قول ہے کہ ملامست نساء سے مراد حقیقی معنی ہے یعنی بیرونی جلد کا بیرونی جلد سے لگ جانا اور چھو دینا۔اسی بنیاد پر یہ حضرات قائل ہیں کہ

---

(21) قرآن کریم سورۃ المائدۃ آیۃ ٦

(22) السنن الکبری صفحہ صفحہ ۱۱۷ جلد ۱

(23) فقہ الاسلامی وادلتہ، صفحہ ۲۷۴ جلد ۱

عورت کو چھو دینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بشر طیکہ دونوں کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس سے مراد جماع کے علاوہ ہر قسم کا لمس اور مس۔

امام بیہقیؒ نے حضرت ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ بوسہ بھی ایک قسم کا لمس ہے اور اس میں وضو لازم ہے [24]۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا اس کو ہاتھ سے چھوا تو اس پر وضو لازم ہے۔امام احمد زہری اور اوزاعی بھی عورت کے چھونے کو وضو شکن قرار دیتے ہیں۔

تفسیر مظہری میں اس قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا بھی قول ہے کہ شہوت کے ساتھ مشتہاۃ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ نہیں ٹوٹتا یعنی شہوت کے ساتھ نہ چھوئے یا عورت مشتہاۃ نہ ہو تو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا امام شافعیؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ ہاتھ کے اندرونی حصہ سے چھوئے اگر ہاتھ کا بیرونی بالائی حصہ لگ جائے گا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔[25] امام بیہقیؒ نے اس باب میں اپنے مسلک کی رائے پر متعدد عقلی اور نقلی دلائل ذکر فرمائے ترجمۃ الباب میں امام بیہقیؒ فرماتے ہیں"چھونے سے وضو لازم ہونے کے بیان میں"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (أو لامستم النساء) چھونے کا لفظ جماع سے کم کے لئے استعمال ہوتا ہے امام بیہقیؒ نے فرمایا کہ: آپ ﷺ کے اقوال اس پر شاہد ہیں جو آپ نے ماعز بن مالک سے (ان کے زنا کے اقرار کے وقت) پوچھا" شاید تم نے بوسہ دیا ہو یا چھوا ہو"اس حدیث میں لمس اور زنا کو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے۔اور نیز یہ کہ آپ ﷺ کا بیع ملامسہ سے منع فرمانا اور آپ ﷺ کا فرمان حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں "اور ہاتھ کا زنا چھونا ہے"۔اور حضرت عائشہ کا فرمانا کہ "رسول اللہ ﷺ ہر روز ہم سب ازواج کی پاس آتے تھے اور بوسہ دیتے اور ملتے تا کہ جماع"اس روایت میں بھی لمس جماع کے متضاد استعمال ہوا ہے۔ترجمۃ الباب میں امام بیہقیؒ ان دلائل کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان دلائل کی تخریج ان کے مواضع پر ہو گی[26]۔یہ تو تھا ترجمۃ الباب میں امام بیہقیؒ کا آیت قرانیہ سے استدلال اور ان کا تفقہ۔دوسرے مزاہب کے علماء کے دلائل مختصرا اوپر ذکر کر دئے گئے ہیں۔

سنن ابراہیمیہ کے بارہ میں نکات

باب ۱۵۷ میں امام بیہقیؒ سورۃ بقرۃ کی آیت کے حصے (وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات فأتمهن)[27] سے استدلال کرتے ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا وہ سنت ابراہیمی ہیں ان کے کرنے سے وضو نہی ٹوٹتا[28]۔اور باب اس عنوان سے باندھا ہے"ناخن اور مونچھیں کاٹنا مسنون ہیں اور جو دیگر چیزیں ان کے ساتھ مسنون ہیں ان کی ادائیگی سے وضو لازم نہی ہوتا"اور باب میں یہ احادیث روایت کی ہیں۔

(24) السنن الکبریٰ از امام بیہقیؒ کتاب الطھارۃ، باب "الوجوء من الملامسۃ" جلد ا، صفحہ ۱۲۴، حدیث نمبر ۶۱۸

(25) تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، اردو ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد ۲، صفحہ ۳۶۶، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

(26) السنن الکبری از امام بیہقیؒ کتاب الطھارۃ، باب "الوضوء من النوم" جلد ا، صفحہ ۱۲۳،

(27) قرآن کریم سورۃ البقرۃ آیۃ ۱۲۴

(28) السنن الکبری از امام بیہقیؒ کتاب الطھارۃ، باب "السنۃ من اخذ الاظفار" صفحہ ۳۶۴ جلد ا

امام بیہقیؒ نے نقل کیاہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس آیت " واذابتلي ابراهيم ربه بكلمت " کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو طہارت کے ساتھ آزمایا پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق جسم سے ہے سر میں پانچ چیزیں یہ ہیں مونچھوں کا کترنا، کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا اور مسواک کرنا اور سر کے بالوں میں مانگ نکالنا اور جسم میں پانچ چیزیں یہ ہیں۔ ناخن کا کاٹنا، زیر ناف بالوں کا مونڈنا، ختنہ کرنا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور پاخانہ پیشاب کی جگہ کو پانی سے دھونا۔[29] اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ فطرت پانچ چیزیں ہیں یا پانچ چیزیں فطرت میں سے ہے ختنہ کرنا، استرا لینا، مونچھوں کو کترنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا[30]۔ اور باب کے آخر میں امام زہری کا قول ذکر کیا ہے کہ ناخن مونچھیں اور بال کاٹنے سے وضو نہی ٹوٹتا ہاں البتہ مسح جو کرنا چاہے وہ کرلے جو نا کرنا چاہے وہ نا کرے ان اعضاء کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہے[31]۔

نتائج بحث

مذکورہ مطالعہ سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے:

1. امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب "السنن الکبریٰ" کے تراجم ابواب میں بکثرت قرآنی آیات ذکر کی ہیں۔
2. کتاب السنن الکبریٰ کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے اور امام بیہقی اس کتاب کے تراجم ابواب میں قرآنی آیات ذکر کر کے ان سے فقہی استدلالات کرتے ہیں اور تفسیری نکات بیان کرتے ہیں۔
3. فقہی مباحث میں امام بیہقی، امام شافعیؒ کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دلائل سے فقہ شافعی کی توثیق کریں گے۔
4. احادیث کے متن پر فقہی مباحث کے علاوہ امام بیہقیؒ سند پر بھی کلام کرتے نظر آتے ہیں۔
5. امام شافعی کے اقوال ذکر کرنے کے بعد دیگر ائمہ کے اقوال کا دلائل سے رد بھی کرتے ہیں۔
6. امام بیہقی نے اپنی کتاب السنن الکبری ضعیف روایات سے احتراز کیا ہے۔ اور متفق علیہ احادیث کثرت سے ذکر کی ہیں۔
7. اس کے علاوہ احادیث کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے اور اپنے استاد امام حاکم نیشاپوری سے کثرت سے احادیث کو نقل کیا ہے۔
8. السنن الکبریٰ کسی بھی امام کی اپنی سند کے ساتھ حدیث کی آخری کتاب ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔

---

(29) السنن الکبری از امام بیہقی جلد ۱، صفحہ ۳۶۷۔

(30) السنن الکبری صفحہ ۳۶۷ جلد ۱، اور اس حدیث کو امام بخاری مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(31) السنن الکبری از امام بیہقی جلد ۱، صفحہ ۳۵۱